سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۵۵

آرامِ دو جہاں کا طریقۂ حصول

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۵

آرامِ دو جہاں کا طریقۂ حصول

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : آرامِ دو جہاں کا طریقۂ حصول

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۸۷ء بروز منگل

مقام : خانقاہ ڈھاکا نگر، بنگلہ دیش

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲/ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱/ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

آرامِ دو جہاں کا طریقۂ حصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ [۱]

تزکیہ اور اس کا طریقہ

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا، اپنی اصلاح کرلی وہ فلاح پاگیا۔ فلاح کے معنیٰ ہیں:

جَمِیْعُ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ [۲]

دنیا میں بھی آرام وچین سے رہے اور آخرت میں بھی آرام وچین سے رہے۔

دونوں جہاں کی کامیابی اور چین وآرام تزکیہ میں ہے اور تزکیہ خود سے نہیں ہوتا جب تک کسی مزکّی سے تعلق نہ ہو۔ تزکیہ فعل متعدی ہے جو اپنے فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ فعل لازم تو اپنے فاعل پر تمام ہوجاتا ہے جیسے جَآءَ زَیْدٌ۔ تو مجیئت زید کی زید پر تمام ہوگئی، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ زید نے اپنا تزکیہ کرایا زَکّٰی زَیْدٌ تو تزکیہ زید کا زید پر تمام نہیں ہوگا، بلکہ زید کا تزکیہ کسی نے کیا مثلاً: خالد نے زید کا تزکیہ کیا تو مُزَکِّی الگ ہوتا ہے مُزَکّٰی الگ ہوتا ہے۔ تزکیہ میں ضرورت ہے شیخ کی اور حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ کسی مرشد کامل سے اصلاح کرانا یعنی اصلاح کے لیے شیخ سے تعلق قائم کرنا اس کو میں

۱؎ الشمس: ۹۔۱۰

۲؎ جلالین: ۲۸

فرضِ عین قرار دیتا ہوں، کیوں کہ عادت اللہ یہی ہے کہ بغیر شیخ کے اصلاح نہیں ہوتی خواہ تفسیر پڑھا رہا ہو، خواہ بخاری پڑھا رہا ہو، مگر اپنی اصلاح خود سے نہیں ہوتی، اپنا عیب خود سے نظر نہیں آتا۔ اپنے چہرے میں کہیں روشنائی لگ جائے تو کیسے نظر آئے گا جب تک آئینہ نہیں ہوگا۔

اہل اللہ کی بصیرت

بس شیخ آئینہ ہوتا ہے، وہ بتا دیتا ہے کہ تمہارا یہ راستہ خطرناک ہے، اس میں تمہارے لیے ضرر ہے۔ آدمی تو اپنی عقل سے سوچتا ہے کہ میں جان دے دوں گا، یہ بہت عمدہ راستہ ہے اور اس میں دین کی حفاظت ہے، اُمّت کی خدمت ہے اور اس طریقے سے دین غالب ہو جائے گا، لیکن سنیے! مدرسہ بیت العلوم کے استاذِ حدیث جن کی خلافت چھینی گئی تھی وہ اعظم گڑھ میں مدرسہ بیت العلوم میں پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ان کی خلافت کس وجہ سے چھینی گئی؟ تو فرمایا کہ انہوں نے ایک سیاسی تحریک کو اُمت کے لیے مفید سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے اتنا جوش آرہا ہے کہ میں اس تحریک پر جان دے دوں۔ حکیم الامت نے تحریر فرمایا کہ آپ کے اندر حُبِّ دنیا ہے اور آپ کی خلافت سلب کی جاتی ہے۔ حالاں کہ ان کی تحریر یہ تھی کہ خدا کے راستے میں میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس پر اپنی جان فدا کر دوں، جان قربان کر دوں۔ جان کی قربانی پر انعام ملنا چاہیے تھا مگر بجائے انعام کے سزا مل رہی ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ آپ کے اندر حُبِّ دنیا ہے، حُبِّ جاہ ہے۔ اور میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ واقعی ؎

قلندر انچہ گوید دیدہ گوید

اللہ والوں کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ بالکل صحیح ہوتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھا کہ حُبِّ دُنیا کے آثار تھے، پانچ روپے کا شربت بنایا اور غلط بیانی کرکے پچاس روپے لے لیے اور شربت بھی کھٹا ہو گیا، خراب ہو گیا، لوگوں سے گالیاں مل رہی ہیں۔ یہ سب حُبِّ دنیا کے اثرات موجود تھے۔ تو میرے دوستو! کسی اللہ والے کا ناراض ہو جانا اور بزرگانِ دین کی ہدایت پر نہ چلنا بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔

طریقۂ اسلاف میں کامیابی ہے

بس حکیم الامت کے ملفوظات کا مطالعہ کیجیے ''الافادات الیومیہ'' وغیرہ۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ دینِ حق میں دو ہی صورتیں ہیں، قدرت ہو تو قتال ورنہ صبر، تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ بھوک ہڑتال کرنا، جلسے جلوس نکالنا، ڈنڈے کھانا، اپنے کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا اور جیل میں جانا انگریزوں سے آیا ہے۔ صحابہ یا سلفِ صالحین کا ایک واقعہ آپ ثابت کردیں کہ ان لوگوں نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا ہو، جلسے جلوس نکالے ہوں، ہڑتالیں کی ہوں، حالاں کہ پہلے زمانے میں بھی ظالم حکمراں ہوئے ہیں۔

بغیر شیخ کے تزکیہ ناممکن ہے

تو خیر میں یہ عرض کررہا ہوں کہ تزکیۂ نفس بغیر شیخ کے نہیں ہوسکتا، اپنی سمجھ میں اپنا مرض نہیں آتا، شیخ بتاتا ہے کہ اس میں یہ مرض ہے، وہ باطن کا ایکسرے کرلیتا ہے۔ مریض تو یہی کہتا ہے کہ صاحب ہم کو بخار نہیں ہے، لیکن حکیم یا ڈاکٹر تھرما میٹر لگا کر پتا لگا لیتا ہے، اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ ہم ایک چیز کو دین سمجھیں اور وہ غیر دین ہو۔ اکابر اگر انتقال کرگئے ہیں تو اکابر کے صحبت یافتہ لوگوں سے مشورہ کیا جائے۔ تزکیۂ نفس اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور خالص دینی محبت کے لیے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر عمل کرکے دیکھو: ان شاء اللہ تعالیٰ! دین کی حلاوت مل جائے گی۔ غرض اپنے بزرگوں کے طریقے پر رہو، تبلیغ سے، تصنیف سے، تالیف سے، اللہ کے بندوں پر محنت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک دلوں پر محنت کی، کوئی جلسے جلوس نہیں نکالے، اس لیے دلوں پر محنت کیجیے۔ لوگوں کو اللہ والا بنایئے۔ جب ساری قوم اللہ والی ہوجائے گی تو حکومت مجبور ہوگی۔ حکومت کس سے بنتی ہے؟ اکثریت سے بنتی ہے۔ جب صالحین کی تعداد زیادہ ہوجائے گی تو حکومت بھی ان ہی کی بنے گی۔ مثلاً: دس کروڑ کی آبادی ہے، آپ نے دلوں پر محنت کی اور چھ کروڑ اللہ والے بن گئے تو ووٹ کس کا زیادہ ہوگا؟ نیک لوگوں کا اور نیک لوگ کس کو ووٹ دیں گے؟ نیک لوگوں کو۔

لہٰذا یہ طریقہ اختیار کرو۔ غرض بغیر شیخ کے اصلاح نہیں ہو سکتی چاہے وہ ستر سال کا بڈھا ہو اور چاہے کتنا ہی بڑا محدث ہو، تزکیہ کے لیے ضرورت ہے مزکّی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی عرض کرتا ہوں کہ اللہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت سے۔ اگر انجن میں پیٹرول نہ ہو اور آپ موٹر کو دھکیل رہے ہوں تو کتنی دیر تک دھکیلیں گے؟ آپ نے تین چار آدمیوں سے کہا کہ بھئی دھکّا دو، لیکن دھکّا دے کر کتنی دور لے کر جائیں گے؟ مشکل سے ایک میل۔ اس کے بعد کسی کی ہمت نہیں ہو گی، سب پسینہ پسینہ ہو جائیں گے اور پیٹرول ڈال دو تو یہاں سے ایئرپورٹ تک بھگا لے جاؤ۔

محبت کا پیمانہ، شیوۂ عاشقاں

تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے محبت کا پیمانہ اور اپنے عاشقوں کا شیوہ بتا دیا کہ:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ[۳]

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے یعنی اللہ پر عاشق ہو گئے وہ لوگ اللہ کی محبت میں بہت سرگرم ہیں۔ معلوم ہوا اللہ کی محبت اشد ہونی چاہیے۔ اگر کارخانے کی، فیکٹری کی، بال بچوں کی محبت شدید بھی ہے تو جائز، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو۔ اگر نوّے ڈگری محبت اپنے کاروبار کی، بیوی بچوں کی ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت سو ڈگری ہو۔ سو سے مراد یہاں تعین نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں سے زیادہ ہو، اشد کے یہ معنیٰ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک جنگ کی فتوحات سے مسجدِ نبوی مالِ غنیمت سے بھر گئی، تو آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ مالِ غنیمت، یہ سونا چاندی جس سے تمام مسجدِ نبوی بھر گئی، آپ کی نعمت ہے اور ہمیں اس کی محبت ہے اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں، لیکن اے خدا! اپنی محبت اس محبت پر غالب فرما دیجیے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ اسی شدید محبت کو اشد کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت اُٹھائی جاتی ہے اور ان کی مجالس میں جایا جاتا ہے۔ یہ مجالس وہ ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ:

۳؎ البقرۃ:۱۶۵

”آسمان رشک بر دبر زمینے کہ بر او یک نفس یا دو نفس بہر خدا بنشینند“

یعنی جس زمین پر اللہ کے لیے کچھ بندے جمع ہو جائیں، تو آسمان اس زمین پر رشک کرتا ہے کہ زمین کا یہ حصہ کیسا مبارک ہے جہاں اللہ کے یہ خاص بندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اللہ والی محبت کا پہلا انعام

اور محبت للّٰہی کا سب سے بڑا انعام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو آپس میں اللہ کے لیے بیٹھتے ہیں۔ بولو بھئی! یہ آپ لوگ کس لیے بیٹھے ہیں؟ اللہ کے لیے! تو اس کا انعام سن لیجیے۔

محبتِ الٰہی کی پہلی شرط

حدیثِ قدسی ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ الخ

اور حدیثِ قدسی کیا ہے؟ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ قدسی کی یہ تعریف کی ہے:

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ هُوَ الْکَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُهُ النَّبِیُّ بِلَفْظِهٖ وَیُنْسِبُهٗ اِلٰی رَبِّهٖ[۴]

جس حدیث کو نبی اپنے الفاظ میں بیان کر کے یہ کہہ دے کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے، اس کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری محبت میں آپس میں محبت کرتے ہیں۔ آپ لوگ مجھ سے کس لیے محبت کر رہے ہیں؟ بتاؤ میرا آپ سے کیا رشتہ ہے؟ کیا میں آپ کا خون کا رشتہ دار ہوں، نسبی یا صہری نَسَبًا وَّصِهْرًا کوئی رشتہ ہے؟ زبان کا رشتہ ہے، تجارت کا رشتہ ہے، ملکی رشتہ ہے، علاقائی رشتہ ہے؟ (سامعین نے جواب دیا، نہیں۔) پھر حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ نے پوچھا کہ کون سا رشتہ ہے؟ بس اللہ کے لیے رشتہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو

---

[۴] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۰، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

میرے لیے محبت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو اس میں شک ہے کہ میں آپ سے محبت کس لیے کررہاہوں اور آپ مجھ سے کس لیے کرتے ہیں؟ یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے۔ جو اجتماع اللہ کے لیے ہو اس سے مبارک اجتماع روئے زمین پر کہیں نہیں ہو سکتا۔ کتنا قیمتی اجتماع ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔

محبتِ الٰہی کی دوسری شرط

اس کے بعد ایک نعمت اور ہے وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے آپس میں بیٹھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے بھی میری محبت واجب ہو جاتی ہے۔ بتایئے ہم لوگ متجالس ہیں یا نہیں؟ تجالُس میں دونوں طرف سے بیٹھنا ضروری ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہو اور ایک آدمی بیٹھا ہو تو یہ تجالس نہیں ہے۔ تجالس وہ ہے کہ جانبین سے مجالست ہو، تو متجالسین کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے اور ہم اللہ کے لیے یہاں بیٹھے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت ہم سب کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ واجب ہو جائے گی۔ اللہ قبول فرمائے اور اخلاص عطا فرمائے اور اخلاص میں کمی ہو تو اس کو معاف فرمائے اور اپنی محبت کو ہم سب کے لیے واجب فرمادیں۔

محبتِ الٰہی کی تیسری شرط

اور تیسری شرط کیا ہے؟ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ جو لوگ آپس میں اللہ کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ اپنی محبت اِحْسَانًا واجب کر دیتے ہیں۔ زیارت کے کیا معنیٰ ہیں؟ کہیں سے اللہ کے لیے ملنے کے لیے آنا یہ زیارت ہے، لہٰذا جن کا گھر ڈھالا کا نگر میں ہے، وہ بھی اپنے گھر سے مسجد تک آ گئے تو کچھ قدم تو چلے، لہٰذا اس وقت وہ بھی مُتَزَاوِرِيْنَ ہیں، کیوں کہ گھر سے چل کر یہاں تک آئے ہیں، اس لیے دینی مربیوں کو چاہیے کہ اپنے متعلقین کو بھی گھر سے نکال کر کہیں سفر پر لے جائیں، تاکہ پیر اور مرید دونوں بے گھر ہو جائیں اور اپنے بال بچوں سے دور ہو جائیں تو دونوں پر فضل ہو جائے گا۔ اب تین چیزیں ہو گئیں: محبت، مجالست اور زیارت۔

محبتِ الٰہی کی چوتھی شرط

چوتھی چیز اور ہے وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ[5] ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ محدثین نے مُتَبَاذِلِيْنَ کی شرح کیا لکھی ہے: يُنْفِقُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بعض، بعض پر خرچ کرتے ہیں، اسی لیے حدیثِ پاک میں اَفْشُوا السَّلَامَ کے بعد ہی وَاَطْعِمُو الطَّعَامَ[6] ہے کہ سلام کو پھیلاؤ، مگر خشک سلام نہ رکھو ورنہ خشک ملّا ہو جاؤ گے، اس لیے کبھی کچھ کھلاؤ پلاؤ بھی۔ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں کہ اقرباء کو، رشتہ داروں کو دوستوں کو کبھی کھانا بھی کھلاؤ، لہٰذا آج کل رمضان میں اس کا سلسلہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو افطاری بھی کرائی جارہی ہے، ایک دوسرے پر خرچ بھی کررہے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ مذکورہ چار اوصاف جس میں ہوں گے، اس کے لیے اللہ کی محبت واجب ہو جائے گی اور ہر عمل میں مستقل شان ہے۔ یہ معطوف علیہ معطوف اپنا حکم مستقل بالذات رکھتے ہیں، جیسے جَآءَ زَيْدٌ وَخَالِدٌ تو آنے میں زید بھی مستقل ہے اور خالد بھی مستقل ہے، لہٰذا تحابب، تجالس، تزاور اور تباذل ان چاروں اوصاف میں جس کو جتنی صفت مل جائے گی اُسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے نوازے جائیں گے، اللہ کی محبت ان کو عطا ہو جائے گی۔

اللہ والی محبت کا دوسرا انعام

دوسری حدیث میں نے عرض کی ہے کہ جو لوگ اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر دیں گے، چاہے ایک مشرق میں رہتا ہو اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو۔ دیکھو ڈھاکہ اور کراچی میں کتنا فاصلہ ہے، لیکن جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان شاء اللہ جمع کر دیں گے اور ایک دوسرے کو بالکل ساتھ ساتھ کھڑا کریں گے اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرمائیں گے کہ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ یہ جو تمہارا ساتھی ہے جس کو آج ہم نے تمہارے ساتھ کر دیا، یہ دنیا میں پانچ ہزار میل کے فاصلے پر رہتا

---

[5] كنز العمال: ٨/٩ (٢٤٦٧٠)، باب فى الترغيب فيها من كتاب الصحبة، مؤسسة الرسالة

[6] جامع الترمذی: ٢/٧، باب ما جاء فضل اطعام الطعام، ایچ ایم سعید

تھا۔ یہ وہ شخص ہے کہ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ۔[ے] کُنْتَ تُحِبُّہٗ کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ ماضی استمراری ہے جس کا ترجمہ ہو گا کہ تو محبت کیا کرتا تھا۔ کان جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو ماضی استمراری بنادیتا ہے جس کے ترجمہ میں 'تا' اور 'تھا' کا لگانا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر 'تا' اور 'تھا' نہ لگائے تو ترجمہ صحیح نہیں ہو گا۔ تو ترجمہ یہ ہو گا کہ یہ وہ شخص ہے جس سے تو (دنیا میں) محبت کیا کرتا تھا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جمع کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ لِلْمُجَاوَرَةِ فِی الْجَنَّةِ[۸] یہ جمع کرنا اس لیے ہو گا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کا پڑوسی بنادیں گے کہ تم دنیا میں ہماری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، اس لیے تمہاری باڑی اور ان کی باڑی ساتھ ساتھ، ان کا باشا اور تمہارا باشا ساتھ ساتھ ہو گا (حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ باڑی اور باشا میں کیا فرق ہے؟ سامعین میں سے کسی نے عرض کیا کہ باشا کرایہ پر ہوتا ہے۔ جامع) فرمایا کہ باشا کے لفظ کو واپس لیتا ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو کرایہ کی ضرورت نہیں، ان کی ذات احتیاج سے پاک ہے، وہاں تو بلا معاوضہ ہمیشہ کے لیے جنت الاٹمنٹ ہو جائے گا۔ کیا پیاری زندگی ہو گی کہ وہاں موت بھی نہ آئے گی۔ موت کو اللہ تعالیٰ ذبح کر دیں گے کہ جاؤ موت کو ہم نے ختم کر دیا، اب ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو۔

مسلمانوں کا ایک امتیازی شرف

ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ سورۂ بَیِّنَة میں کافروں کے لیے خَالِدِیْنَ اور مسلمانوں کے لیے خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ہے تو مسلمانوں کے لیے اَبَدًا کا اضافہ کیوں کیا گیا؟ میں نے کہا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے اَبَدًا کا جو اضافہ ہے یہ اَكَّدَ الْخُلُوْدَ بِالْاَبُوْدِ ہے یعنی خلود کو ابود سے مؤکد کیا گیا ہے۔ یہ انعام اور مزید شرف اور عزت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ خَالِدِیْنَ کے ساتھ اَبَدًا لگا کر ان کو اور زیادہ تاکید کا شرف دیا کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ورنہ دونوں کے معنیٰ

ے کنزالعمال:۹/۴(۲۴۶۴۶)،باب فی الترغیب فیہا من کتاب الصحبۃ،مؤسسۃ الرسالۃ

۸ مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۲۷،باب الحب فی اللہ،دار الکتب العلمیۃ،بیرت،ذکرہ بلفظ فی الجنۃ علیٰ سبیل المصاحبۃ والمزاورۃ والمجاورۃ

ایک ہیں، بس اَبَدًا کی تاکید مسلمانوں کی عزت افزائی کے لیے ہے۔ جیسے بنگلہ زبان میں اپنا دیر کے بعد شببئ اَجْمَعِیْنَ کے معنٰی دیتا ہے۔ یہ بات بنگلہ دیش کے ایک محدث نے بتائی کہ شببئ کے معنٰی اَجْمَعِیْنَ کے ہیں۔ تو یہ امتیازی شرف اللہ تعالیٰ نے سورۂ بَیِّنَة میں اَبَدًا لگا کر ہم کو عطا فرمایا۔ شکر ہے اس مالک کا جس نے ایمان والوں کی عزت افزائی فرمائی، ورنہ خَالِدَینَ سے وہ مفہوم حاصل تھا کہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اَبَدًا کا اضافہ ہے۔ لِاِمْتِیَازِ الشَّرَفِ شرفِ امتیازی اللہ تعالیٰ کو عطا کرنا تھا۔

آیت حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ الخ کی تفسیر

ایک اور صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر دوزخ میں رہیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں گھسے گا:

حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ [۹]

کافر دوزخ میں رہیں گے جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں نہ گھس جائے۔

تو ایک صاحب جو سعودی عرب میں رہ چکے ہیں اور کراچی میں میرے دوست ہیں، بہت قابل اور پڑھے لکھے آدمی ہیں، کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں نہ گھسے گا تب تک کافر دوزخ میں جلیں گے۔ تو ہو سکتا ہے کہ سوئی کا سوراخ اللہ میاں کبھی بڑا کر دیں اور اونٹ کو پتلا کر کے اس میں گھسا دیں اور سب کافروں سے کہیں کہ بھاگ جاؤ اور دوزخ خالی کرو۔ میں نے کہا: بھائی سنو! قرآن شریف کو عقل سے مت سمجھو، کیوں کہ اونٹ کو پتلا کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اگر اللہ پاک چاہیں تو سوئی کا سوراخ اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ اس میں سے اونٹ گزر جائے۔ بھئی جتنی بڑی یہ مسجد ہے اگر اتنی بڑی سوئی بنائی جائے یا اسمبلی ہاؤس یا ہائیکورٹ کی بلڈنگ کے برابر سوئی بنائی جائے تو اس میں سے کتنے اونٹ گزر جائیں گے؟ لٰہذا عقل سے ترجمہ مت کرو۔ میں نے فوراً تفسیر روح المعانی منگائی جس کے مصنف مفتیٔ بغداد علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت علامہ آلوسی مفسّرِ عظیم ہیں جن

۹؎ الاعراف:۴۰

کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ اتنا بڑا مفسّر اُمت میں نہیں گزرا۔ تفسیر روح المعانی کے مقابلے میں عربی زبان میں کوئی تفسیر نہیں ہے، لیکن بیان القرآن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول میرے مرشدِ اول حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک آیت میں مجھ کو اشکال ہوا، متقدمین کی عربی زبان میں تمام تفسیریں دیکھیں لیکن میرا اشکال حل نہیں ہوا، پھر میں نے سوچا کہ چلو بھئی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُردو میں تفسیر لکھی ہے اسی کو دیکھ لیں۔ حضرت انور شاہ کشمیری اُردو کی کتاب دیکھتے ہی نہیں تھے۔ عربی کا ذائقہ ایسا مل گیا تھا کہ اُردو کی کوئی کتاب دیکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے، اُردو کی کتابیں ان کو بے مزہ لگتی تھیں، لیکن اس دن مجبور ہو کر انہوں نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اُردو کی تفسیر بیان القرآن دیکھی کہ شاید اس میں مسئلہ حل ہو جائے اور وہی ہوا کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو جوش آیا اور فرمایا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ بیان القرآن اُردو دانوں کے لیے ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ یہ تو علماء کے لیے ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ روح المعانی میں حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگ جب یہ کہنا چاہتے تھے کہ لَا اَفْعَلُ کَذَا اَبَدًا میں اس کام کو کبھی نہیں کروں گا، وہاں یہ محاورہ لگادیتے تھے۔ حَتّٰی یَشِیْبَ الْغُرَابُ یہاں تک کہ کوّا بوڑھا ہو جائے، وَحَتّٰی یَبِیْضَ الْقَارُ اور تارکول سفید ہو جائے اور اسی طرح دوسرا محاورہ تھا حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ لَا اَفْعَلُ کَذَا اَبَدًا اس کام کو کبھی نہیں کرنا ہے۔[۱] تو قرآنِ پاک عربوں کے محاورے پر نازل ہوا ہے لہٰذا جب تک عربوں کا محاورہ سامنے نہیں ہو گا قرآنِ پاک سمجھنا مشکل ہو جائے گا، لہٰذا حضرت سید محمود بغدادی مفتی بغداد نے روح المعانی میں عربوں کا محاورہ نقل کر کے پھر اس آیت کی تفسیر کر دی کہ آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو کبھی بھی دوزخ سے نہیں نکالیں گے۔ یہ نہیں کہ سوئی کا سوراخ بڑا کر کے اور اونٹ کو پتلا

---

[۱] روح المعانی: ۸/۱۱۹، الاعراف (۴۰)، دار احیاء التراث، بیروت

کر کے اس میں سے گزارنے کے معنیٰ نکال لو۔ اپنی طرف سے قرآنِ پاک کی تفسیر کرنا جائز نہیں جب تک مفسرین کی تفسیروں کو نہ دیکھا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن پاک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا اور مفسرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پیش کرتے ہیں، تابعین کے اقوال پیش کرتے ہیں، ساتھ ساتھ محاوروں کا بھی لحاظ رکھتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ جو لوگ میرے نبی کے پاس اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یعنی میرے نبی کا ادب کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی [۱] اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنی محبت کے لیے، اپنی دوستی کے لیے منتخب کر لیا، چن لیا، خالص کر لیا۔ علماء اور مشائخ فرماتے ہیں کہ نبی کے ادب کا یہ انعام ملا۔ جہاد نہیں ہوا، گردن نہیں کٹی، خون نہیں بہا، کوئی تہجد، کوئی عمل، کسی صدقہ اور کسی عبادت کا تذکرہ نہیں، صرف نبی کے ادب پر یہ انعام نازل ہو رہا ہے کہ جن لوگوں نے میرے نبی کا ادب کیا میں نے ان کے دلوں کو اپنی محبت، اپنی دوستی کے لیے منتخب کر لیا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی۔

علمائے ربانیّین کے ادب پر استدلال

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ سورۂ الحجرات میں جو ادب نبی کا بیان ہوا، وہی علمائے ربانیّین، اللہ والے عالموں کا بھی ہے۔ نائبین کا ادب وہی ہوتا ہے جو اصل کا ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے استدلال میں ایک روایت نقل کی کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فنِ قرأت پڑھنے جایا کرتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اتنے بڑے قاری تھے کہ سید القراء اُن کا لقب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے شاگرد ہیں اور ان کے لیے اللہ نے وحی نازل کی کہ اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے اور سورۂ بَیِّنَۃٌ کی تلاوت کیجیے۔ کیوں؟ اس لیے کہ سورۂ بَیِّنَۃٌ میں علمائے یہود کا تذکرہ ہے اور یہ علمائے یہود میں سے تھے۔

---

[۱] الحجرات:۳

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُبی بن کعب! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم پر سورۂ بَیِّنَۃ کی تلاوت کروں، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ مجھے یہ سورت سنائیں، تو کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا؟ (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا) کیا عاشقانہ سوال ہے! دوستو! دین کو لوگ خشک کہتے ہیں، ارے دین تو محبت ہی محبت ہے۔ جس کے اندر محبت نہیں وہ دین کو کیا جانے گا؟ بولو خشک آدمی یہ سوال کرسکتا ہے؟ عاشق ہی یہ سوال کرسکتا ہے کہ یَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آللہُ سَمَّانِیْ؟ کیا اللہ نے میرا نام بھی لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نَعَمْ ہاں! عرض کیا: اَذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی میں نطفہ سے پیدا ہونے والا ناپاک انسان، ربّ العالمین کے ہاں مجھ جیسے کا ذکر ہوا اور میرا نام لیا گیا! فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ[۱۲] ان کی آنکھوں سے مارے خوشی کے آنسو بہہ پڑے۔

یہ خوشی کا رونا تھا، افسوس کا رونا نہیں تھا۔ رونے کی سات قسمیں ہیں، جس میں خوشی کا رونا بھی ہے، دُکھ کا رونا بھی ہے، ندامت کا رونا بھی ہے، خوف کا رونا بھی ہے، محبت کا رونا بھی ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب خدا کی یاد میں ان کا نام لینے میں اور ان کی محبت میں خوب رونا آئے، تو سمجھ لو آج عشق کا بازار گرم ہوگیا اور فرماتے تھے اس کا نام ہے گرم بازاریٔ عشق، جیسے تاجر لوگ کہتے ہیں کہ آج بازار گرم ہے یعنی خوب بِکری ہورہی ہے، لین دین خوب تیز ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ بازار گرم ہوگیا۔ اسی طرح جس کو اللہ کی محبت میں رونا آجائے تو سمجھ لو آج اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا بازار گرم ہوگیا۔ یہ نام حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا ہے۔

تو حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، قرأت سیکھتے تھے۔ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ اندر ہیں، یہ دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں، دروازہ کھٹکھٹاتے نہیں، انتظار کررہے ہیں۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سو کر اُٹھے، اطمینان سے وضو کرکے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ یہ بیٹھے

---

[۱۲] صحیح البخاری: ۷۴۱/۲، (۴۹۷۶)، سورۃ لم یکن، المکتبۃ المظہریۃ

ہوئے ہیں۔ کون؟ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے۔ فرمایا: اے عبد اللہ ابنِ عباس! تم میرے نبی کے چچا کے بیٹے ہو، تمہارے اس طرح بیٹھے رہنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو کہ میں آگیا ہوں تو میں جلدی نکل آیا کروں گا۔ عرض کیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، میں اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں نبی کے لیے جو آداب نازل فرمائے ہیں وہی آداب علمائے ربانیّین کے لیے ہیں، لہٰذا میں وہی ادب کروں گا اور دروازہ نہیں کھٹکھٹاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ [۱۳]

لہٰذا ہم بے عقلی کا کام نہیں کریں گے کہ دروازے کے باہر سے آپ کو پکار لیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ [۱۴] پس میں اس صبر میں آنا چاہتا ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے کہ اگر یہ صبر کرتے، انتظار کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پس میں اس خیر کو کیسے چھوڑ دوں؟ میں اسی پر عمل کروں گا۔ آپ اللہ کے دین کے عالم ہیں، نائبِ رسول ہیں۔ آپ کا میں وہی ادب کروں گا جو سورۂ حجرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قَرَاْتُ هٰذِهِ الْقِصَّةَ فِي الصِّغَرِ میں نے اس قصے کو بچپن میں پڑھا تھا، لیکن اس کے بعد تمام عمر میں نے اپنے اُستادوں کے ساتھ یہی ادب کیا یعنی کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹایا کہ استاد جی! نکلو اُخْرُجْ یَا اُسْتَاد۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بزرگوں کا ادب، اللہ والوں کا ادب آپ کو بعض وقت اس مقام پر پہنچا دے گا کہ سو برس کی تہجد سے آپ اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے۔ یہ قرآن کی دلیل پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن بندوں نے میرے نبی کا ادب کیا، آہستہ آہستہ بولے، ایسے نہیں بولے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہیں یا زور سے ہاہا کر کے ہنستے ہیں، تو اس ادب پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی کے لیے منتخب فرمالیا۔ اسی طرح شیخ کے سامنے ایسی حرکتیں کرنا جیسے بے تکلف دوست آپس میں کرتے ہیں جائز نہیں ہے اور طریق کے آداب کے خلاف ہے اور شیخ کی بھی

---

[۱۳] الحجرات: ۴

[۱۴] الحجرات: ۵

دو قسمیں ہیں: ایک شیخ ڈنڈا والا، ایک شیخ انڈا والا۔ ایک تو شیخ ہے جو ڈنڈا زیادہ لگاتا ہے، اس پر غیرت کی شان غالب ہے اور ایک شیخ ہے جو انڈا زیادہ کھلاتا ہے، اس پر شفقت کی شان غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا رنگ الگ بنایا ہے۔ حاجی صاحب کا رنگ دیکھ لیجیے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ہمارے حاجی صاحب ڈانٹنا اور خفا ہونا تو جانتے ہی نہ تھے، سراپا رحمت اور شفقت تھے، لیکن ان کا فیض اتنا عام تھا کہ کوئی بھی محروم نہیں رہتا تھا۔ مزاج کوئی بدل نہیں سکتا، مزاج بچپن کا ہوتا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں: ہر بزرگ کا مزاج اس کے بچپن کے مزاج کے تابع ہوتا ہے، نسبت حاصل ہونے کے بعد نسبت بھی اسی رنگ میں تبدیل ہو جاتی ہے، لہٰذا شیخ محبت کرے، شفقت کرے تو اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ اس کے سر پر چڑھ جاؤ، بلکہ چاہیے اور عظمت سے دب جاؤ کہ شیخ نزول کر رہا ہے۔ اس ادب کی برکت دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے میرے نبی کا ادب کیا، اپنی آواز کو پست کیا، نبی کے ادب کی وجہ سے آہستہ آہستہ بولے **أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى** ہم نے ان کے دلوں کو اپنی محبت کے لیے، دوستی کے لیے، اپنی ولایت کے لیے، اپنا ولی بنانے کے لیے منتخب کر لیا، چھانٹ لیا، چن لیا، خالص کر لیا۔ اب بتاؤ کہ جس کو اللہ تعالیٰ خالص کر لے یا خالص کرنے کا ارادہ کر لے اس میں کوئی ملاوٹ کر سکتا ہے؟ جس کو اللہ اپنا بنا لے اس کو کوئی اپنا بنا سکتا ہے؟ اللہ کی طاقت کے مقابلے میں نفس کی طاقت ہے کہ جو اللہ سے چھین کر کے گناہ کرادے؟ شیطان کی طاقت ہے جو اللہ سے ہم کو چھین لے؟ شیطان اور نفس میں طاقت ہے کہ اللہ کے دست و بازوئے حفاظت یعنی اللہ تعالیٰ کے حفاظتی ہاتھوں کی طاقت سے ہمیں چھین لیں؟ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی حفاظت میں قبول فرمائیں اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تجارت اور مال و دولت کی طرف بھی اگر وہ جانا چاہے گا تو اللہ اس کو چھڑا لیں گے۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے تالے پر کسی مخلوق کی کنجی نہیں لگ سکتی، اس لیے یہی دُعا کرو کہ اللہ ہم سب کو اپنی حفاظت میں قبول کر لے۔ آپ ہم کو ایسا اپنا بنا لیجیے کہ ساری دنیا ہمیں اپنا نہ بنا سکے۔ اے اللہ! اگر آپ ہمیں اپنا بنا لیں تو نفس و شیطان ہمیں آپ سے نہیں چھین سکتے۔ جس کا ابّا بھولو پہلوان ہے اور بیٹا ابا کی گود میں ہے، یا محمد علی کلے جو دنیا کا سب سے بڑا باکسر ہے اس کی گود میں اس کا بیٹا بیٹھا ہوا ہے، تو کس کی طاقت

ہے کہ اس سے اس کا بیٹا چھین لے؟ ایک گھونسہ لگائے گا جبڑا پھاڑ دے گا۔ جبڑا جانتے ہو کس کو کہتے ہیں؟ منہ کا وہ حصہ جہاں دانت ہیں جبڑا کہلاتا ہے۔ اب ایک قصہ یاد آگیا، سن لیجیے۔ دو باکسر اکھاڑے میں ایک دوسرے کو گھونسوں سے مار رہے تھے، اسی کا نام تو باکسنگ ہے کہ کُود کُود کر ایک دوسرے کو مکّے مارنا۔ تماشا دیکھنے والوں کا مجمع لگا ہوا تھا اور ایک صاحب بار بار کہہ رہے تھے کہ مار جبڑے پر، مار جبڑے پر، جبڑے پر مار۔ تو ایک شخص نے پوچھا کہ کیا آپ اس فن کے ماہر ہیں؟ کیا باکسنگ کے فن میں آپ کو کوئی خاص تجربہ ہے جو ان ماہرین کو آپ مشورہ دے رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں باکسنگ کا کوئی ماہر نہیں ہوں، میں تو ڈینٹسٹ (Dentist) ہوں۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے جبڑے پر ماریں گے تو دانت ٹوٹیں گے اور دانت ٹوٹیں گے تو میرے ہی یہاں آئیں گے، کیوں کہ سب سے قریب میری ہی دوکان ہے۔ یہ قصہ مجھے یاد آگیا۔ اس لیے کسی کے اخلاص پر جلدی یقین مت کرو، کسی کے مشورے پر جلدی ایمان مت لاؤ۔ مشورہ کرو، ریسرچ کرو، تحقیق کرو کہ آیا اس میں اخلاص بھی ہے یا نہیں؟

معاشرت کا ایک اہم ادب

اور مشورہ دینے میں بھی قیاس اور اٹکل سے کام نہ کرو مثلاً اگر کسی کا گھر ایک میل پر ہے تو آدھا میل مت بتاؤ، یہ بھی جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ اگر آدھے گھنٹے کا راستہ ہے تو پانچ منٹ کا، دس منٹ کا مت کہو، اللہ کے یہاں اس پر بھی پکڑ ہوگی۔ دیہاتوں میں جائیے۔ اگر پانچ میل پر گھر ہے لیکن دیہاتی کہے گا: ارے صاحب! وہ کیا نظر آرہا ہے! بالکل قریب ہے اور پانچ میل تک گھسیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ صحیح بات بتلانی چاہیے۔ ابھی پورشہ میں سب کا حلیہ ٹائٹ ہو گیا، گاؤں والوں نے یہی کیا کہ صاحب بالکل قریب ہے اور جناب پانچ پانچ میل چھ چھ میل لیے جا رہے ہیں اور بیل گاڑی کی سڑکوں پر موٹر چلوادی اور کہا کہ بالکل صاف سڑک ہے۔

دیکھیے جبڑے پر مارنے والے واقعے سے سبق ملا کہ جلدی کسی کا مشورہ مت مانو، ہو سکتا ہے کہ اس کی دانت کی دوکان ہو۔ کسی کے مشورے پر بھی مشورہ کرو کہ میں اس کا مشورہ مانوں کہ نہ مانوں؟ میں عرض کر رہا تھا کہ ایک ادب پر اتنا بڑا انعام ملا کہ اللہ تعالیٰ نے

ایسے دلوں کو اپنے لیے منتخب کرلیا، لہٰذا آج بھی ہم اپنے دلوں کو اللہ کی دوستی کے لیے منتخب کراسکتے ہیں۔ آج بھی ہمارا دل اللہ تعالیٰ کے لیے منتخب ہوسکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی دلیل اتباعِ سنت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اب ہمیں نہیں ملیں گے کہ ہم ان کا ادب کریں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا، ان کی سنت کا ادب کرنا بھی نبی کے ادب میں شامل ہے۔ تصویر ہو یا پلاسٹک کی بلی، پلاسٹک کا کتا، پلاسٹک کا ہرن، غرض کوئی تصویر ہو، مجسمہ ہو، بت ہو، خواہ پلاسٹک کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا ہو، کسی چیز کا ہو، ان چیزوں کو گھروں سے نکال دو، یہ بھی نبی کا ادب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ یہ مت دیکھو کہ صاحب یہ تو بیوی کو جہیز میں ملا ہے، بیوی سے کون لڑے گا؟ وہ تگڑی بھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی "میں ہی مر جاؤں" کہنا پڑے، جیسے میاں بیوی کی لڑائی ہو رہی تھی تو شوہر نے تنگ آکر کہا کہ اے خدا! یا تو میں مر جاؤں اور کہنا چاہ رہا تھا کہ یا میری بیوی مر جائے، تو جیسے ہی اس نے کہا کہ یا خدا! یا تو میں مر جاؤں اور یا...، تو بیوی نے لوہے کا چمٹا اُٹھایا جس سے روٹی پکا رہی تھی اور کہا کہ یا کیا؟ تو اس نے کہا کہ اور یا بھی میں ہی مر جاؤں۔ لہٰذا دوستو! کسی سے مت ڈرو، اللہ کے نبی کے فرمان کو جاری کرو یہ بھی ادب ہے۔ اسی طرح نائبِ رسول اللہ والے علماء کا ادب کرنا بھی نبی ہی کے ادب میں شامل ہے۔ یہ بات تفسیر معارف القرآن میں لکھی ہوئی ہے۔ سورۂ حجرات کی تفسیر کو دیکھ لو۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والے علماء کا ادب کرنا نبی ہی کے ادب میں شامل ہے، لہٰذا آج بھی اپنے بزرگوں کا ادب کرکے یہ مقام حاصل کیا جاسکتا ہے، جیسے سنا چکا ہوں کہ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں موجود تھے، کسی نے پوچھا کہ کیا مولانا شاہ محمد احمد صاحب آپ کے ساتھ آئے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں! حضرت میرے ساتھ نہیں آئے ہیں، میں حضرت کے ساتھ آیا ہوں۔ یہ ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی دیکھو قرآنِ پاک میں عربی کا لفظ اِمۡتَحَنَ آیا ہے۔ اب علماء حضرات

سے گزارش کرتا ہوں کہ اِمْتَحَنَ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اِمْتَحَنَ کا ترجمہ اَخْلَصَ کیوں کیا گیا؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دلوں کو ادبِ رسول کی برکت سے اپنے لیے منتخب کرلیا، خالص کرلیا۔ اِمْتَحَنَ کے معنیٰ اَخْلَصَ کے ہیں۔[۱۵] اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِمْتَحَنَ کے معنیٰ اَخْلَصَ کیوں ہیں؟ لغت میں آپ دیکھیں تو وہی بات نکلے گی کہ قرآن عربوں کے محاورے پر نازل ہوا ہے۔ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ جب عرب کے لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر میل کچیل اور گندگی سے صاف کرلیتے تھے اور سونا چمکنے لگتا تھا، تب کہتے تھے: اِمْتَحَنْتُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ یعنی اَخْلَصْتُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ[۱۶] ہم نے خالص کرلیا سونے کو آگ میں ڈال کر۔ چوں کہ محاورۂ عرب پر قرآنِ پاک نازل ہوا، لہٰذا مفسرین لکھتے ہیں کہ امْتَحَنَ کے معنیٰ اَخْلَصَ کے ہیں، یعنی ہم نے ان دلوں کو اپنے لیے خالص کرلیا، تو اللہ جس کے دل کو اپنے لیے خالص کرلے گا پھر اس میں کون ملاوٹ کرسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے کا طریقہ

اگر محمد علی کلے کی گود سے اس کا بیٹا کوئی چھین نہیں سکتا بوجہ اس کی طاقت کے، تو وہ بیٹا ناز کرتا ہے کہ پوری دنیا میں کسی کی طاقت نہیں کہ وہ مجھے میرے ابّا سے چھین لے۔ محمد علی کے بیٹے کو ناز کیوں ہے، کیوں فخر ہے؟ کیوں کہ جانتا ہے کہ میرا ابّا بین الاقوامی طاقت والا باکسر ہے، کسی کی ہمت نہیں پڑے گی۔ تو جس کو اپنے اللہ پر یقین ہے کہ میرے اللہ سے بڑھ کر کسی کی طاقت نہیں ہے وہ اس رمضان میں دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر کیوں دُعا نہیں کرتا کہ اے میرے ربّا! طاقت والے ربّا! آپ اپنی حفاظت کی گود میں مجھ کو قبول کرلیجیے، تاکہ نفس و شیطان اور ساری کائنات مجھ کو آپ سے نہ چھین سکے۔ میرے دست و بازو کمزور ہیں وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[۱۷] میں تو کمزور ہوں مگر میرا رب تو کمزور نہیں ہے۔

---

۱۵ روح المعانی:۱۶/۱۳۸، الحجرٰت(۳)، داراحیاء التراث، بیروت، ذکرہ بلفظ وتفسیر(امتحن) بأخلص

۱۶ روح المعانی:۱۶/۱۳۸، الحجرٰت(۳)، داراحیاء التراث بیروت، ذکرہ بلفظ وھواستعارۃ من امتحان الذھب واذابتہ لیخلص ابریزہ من خبثہ وینقی۔

۱۷ النساء:۲۸

دشمن اگر قوی است
نگہباں قوی تراست

لہٰذا آج دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ یااللہ! آپ طاقت والے اللہ ہیں، آپ ہمارے ربّا ہیں۔ اگر طاقت والے ابّا پر بیٹے ناز کرسکتے ہیں تو بندے اپنے ربّا پر کیوں نہ ناز کریں جو ابّا کو بھی پیدا کرتا ہے؟ تو اپنے ربّا سے کہو کہ جب ایک طاقت والے ابّا پر بیٹا ناز کرتا ہے کہ ہمارے طاقت والے ابّا سے ہمیں کوئی چھین نہیں سکتا، تو اے اللہ! آپ کی طاقت سے بڑھ کر کس کی طاقت ہے؟ نفس و شیطان کی طاقت اے اللہ تعالیٰ! آپ کی طاقت کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اے خدا! ہم کو اپنی طاقت اور حفاظت میں قبول کرلیجیے اور نفس و شیطان سے چھڑا لیجیے اور اپنی رحمت اور حفاظت کی گود میں لے لیجیے۔ پھر اس کے بعد ہمیں کوئی فکر نہیں۔ اس مضمون کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں پیش کرتے ہیں ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ہمارے قدم پر ہزاروں گناہوں کے جال ہیں، لیکن اے اللہ! اگر آپ ہمارے ساتھ ہیں تو کوئی جال ہمیں نہیں پھنسا سکتا۔ دیکھو مچھلی جال میں پھنستی ہے کہ نہیں؟ شیطان نے گناہوں کے جال سینما، وی سی آر، ٹی وی، سود اور حرام چیزیں، بے پردہ عورتیں اور حسین صورتیں ہر طرف بکھیر دی ہیں۔

روحانی طاقت کا استعمال کہاں کرنا چاہیے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ صوفی ذکر میں اور دُعاؤں میں خوب روتے ہیں۔ تو میں رونے والوں سے عرض کرتا ہوں کہ مسجد میں رونے کے بعد جب یہاں سے واپس جاتے ہو، کوئی چوک بازار، کوئی دھان منڈی، کوئی گھر اور راستے میں کوئی حسین سامنے آجائے، کوئی لڑکی بے پردہ آجائے، اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ یہاں تو رولیے اور وہاں؟ وہاں نگاہ کو نیچی کرو۔ ذکر کی طاقت کو وہاں استعمال کرو۔ ایک آدمی بادام کھاتا ہے، کابلی بادام جو کابل سے آتا ہے اور دودھ پیتا ہے

اور مرغی کا سوپ پیتا ہے، انڈے خوب کھاتا ہے لیکن اس کے ابّا نے کہا کہ بیٹا اتنا کھلایا پلایا اب تم تگڑے ہو گئے، چلو ایک پہلوان سے مقابلہ تو کرو۔ اس نے کہا کہ ابّا انڈا کھلاؤ، مچھلی کھلاؤ، سوپ پلاؤ، کھلا کھلا کر مجھ کو سانڈ کرو، انڈا کھلا کر مسٹنڈا بناؤ، لیکن میں کسی پہلوان سے مقابلہ نہیں کروں گا، نہ کبھی کُشتی کروں گا۔ ابّا نے کہا بیٹا میں نے تو اس لیے تم کو پہلوان بنایا تھا کہ تمہارے جیت جانے سے میری عزت بڑھے گی، ملک کے اخباروں میں آئے گا کہ فلانے کا بیٹا آج بین الاقوامی کُشتی جیت گیا۔ مقابلے کے وقت جو پہلوان بھاگ جائے تو ایسی طاقت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح تہجد سے، نوافل سے، ذکر سے روح میں جو طاقت پیدا ہوئی اس کو گناہ سے بچنے میں استعمال کرو، کوئی لڑکی یا حسین لڑکا سامنے آجائے اب روحانی طاقت استعمال کرو اور نظروں کو بچاؤ، اگر نگاہ نہیں بچاتے اور گناہ سے نہیں بچتے تو اس کی مثال اس حرام خور پہلوان کی سی ہے جو مکھن انڈا کھا کر مسٹنڈا ہو گیا لیکن مقابلے کے وقت دُم دبا کر بھاگ گیا۔ لہٰذا اشراق و تہجد سے جو روحانی طاقت پیدا ہوئی، اللہ کے ذکر سے روح میں جو طاقت آئی ہے اس کا استعمال نفس و شیطان سے جنگ میں کرکے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور ہے، ارشاد فرماتے ہیں اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا[۱۸] جب جہاد ہو رہا ہو تو تم وہاں ڈٹے رہو، لیکن یہ ثابت قدمی کیسے حاصل ہوگی؟ وَاذۡکُرُوا اللہَ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت سے مقصد فَاثۡبُتُوۡا ہے کہ دین پر قائم رہو، نگاہ نیچی کرلو، تقویٰ سے رہو، جہاں دیکھنا حرام ہے اُدھر مت دیکھو، یہاں طاقت دکھاؤ۔ آپ نے جو ذکر کیا ہے، اشراق پڑھی ہے، تلاوت کی ہے، اَللہ اَللہ کیا ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی ضربیں لگائی ہیں جس سے آپ نے روحانی طاقت بنائی ہے، اب جب سڑکوں پر، ایئرپورٹوں پر، بازاروں میں نفس و شیطان سے مقابلے کا وقت آئے گا تو وہاں اس طاقت کو استعمال کرو۔ اگر وہاں آپ گناہوں سے بچ گئے تب آپ نے صحیح حق ادا کیا ہے ذکر کا۔ یہ کیا کہ ذکر و نوافل سے روح میں طاقت تو حاصل کرلی، لیکن جب موقع آیا اور عورتیں سامنے آگئیں تو آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے اور اشراق اور تہجد میں رونا سب بھول گئے، اس لیے وہ پہلوان جو بادام کھائے، دودھ پیے، ورزش کرے اور وزن بڑھائے، مگر جب

۱۸؎ الانفال:۴۵

کشتی لڑنے کا موقع آئے تو بھاگ جائے، کیا آپ اس پہلوان کی تعریف کریں گے؟ یا کہیں گے کہ یہ تو ہیجڑا ہے، اس کا تو کھلانا پلانا سب بے کار گیا۔ اسی طرح روحانی طاقت نفس و شیطان کے مقابلے میں استعمال کرو، سڑکوں پر، بازاروں میں، گھروں میں جہاں عورتیں بے پردہ ہوں اب نگاہ نیچی کرلو، جن سے شرعاً پردہ ہے ان سے پردہ کرو، نگاہ نیچی کرکے بات کرو، نامحرموں سے بے ضرورت بات بھی نہ کرو، مثلاً: بھابھی تم کو لاکھ کہے کہ تم کو کیا ہوگیا ہے، پہلے تو تم خوب ہنسی مذاق کرتے تھے، یہ کہاں سے مُلّا بن کر آگئے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ڈھاکا نگر کی خانقاہ کے کسی مُلّا کا سایہ پڑ گیا ہے۔ تو ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ بس گناہوں سے بچنے میں روحانی طاقت کو استعمال کیا جائے، جہاں گناہ کا موقع ہو وہاں گناہ سے بچو۔ جو شخص گناہ سے نہیں بچتا اس نے اللہ کے ذکر کا حق ادا نہیں کیا۔ جو شخص ذکر خوب کرتا ہے لیکن گناہ سے نہیں بچتا، اس نے اس طاقت کو جو اللہ کی یاد سے حاصل ہوئی ہے، استعمال نہیں کیا۔ روحانی طاقت کے استعمال کا موقع نفس و شیطان سے مقابلہ ہے، لیکن مقابلے میں اگر آپ چت ہوگئے، نفس کا ساتھ دے دیا مقابلہ ہار گئے تو دوبارہ جیتنے کے لیے ایک دُعا سن لیجیے۔

گناہوں سے بچانے والی مسنون دُعا

بعض لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ گناہوں سے بچنے کے لیے کوئی دُعا بتلائیے تو ایک دُعا سن لیجیے:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۱۹]

یہ دُعا بخاری شریف میں موجود ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں وہ میرے دل میں ڈال دیجیے، ہدایت کے راستوں کو میرے دل میں ڈال دیجیے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچائیے۔

رُشد کے معنیٰ ہدایت کے ہیں، اور ہدایت کے معنیٰ ہیں اللہ کی رضا کا راستہ۔ اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں، آپ ان باتوں کو میرے دل میں ڈال دیجیے، الہام

[۱۹] جامع الترمذی:۲/۱۸۶،باب ما جاء فی جامع الدعوات،ایچ ایم سعید

کر دیجیے۔ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ لیکن نفس کے شر سے مجھے بچایئے۔ نفس جانتا ہے کہ عورتوں کو دیکھنا گناہ ہے، جن لڑکوں کے داڑھی مونچھ نہیں آئی ان کو دیکھنا گناہ ہے، جانتا ہے کہ حرام ہے لیکن مانتا نہیں، یہ نفس کی شرارت ہے یا نہیں؟ لہٰذا نفس کی شرارت سے اللہ کی پناہ مانگو، وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اور مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچایئے، کیوں کہ بعض دفعہ الہام رشد ہو جاتا ہے، ہدایت کا علم ہو جاتا ہے، لیکن نفس کے شر کی وجہ سے عمل نہیں کرتا۔ اس لیے اے اللہ! جو علم آپ نے دیا اس پر عمل کی توفیق بھی عطا فرمایئے، ایسا نہ ہو کہ اپنے نفس کے شر کی وجہ سے علم پر عمل نہ کروں، جانتے ہوئے بھی آپ کی رضا کے راستے پر نہ چلوں، اے اللہ اس سے پناہ چاہتا ہوں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی برکت

ایک تو اس دُعا کا معمول بنالیں اور دوسرے ہر نماز کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سات مرتبہ پڑھ لیجیے۔ حدیث میں وعدہ ہے کہ اس سے نیک کام کرنے کی اور بُرے کام سے بچنے کی توفیق کا خزانہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، لہٰذا ہر نماز کے بعد سات مرتبہ اس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کر لیجیے کہ اے خدا! اس کی برکت سے نیک کام کرنے کی توفیق اور بُرے کام سے بچنے کا خزانہ بخشش کر دیجیے۔ تو گناہ سے بچنے کے دو عمل ہو گئے۔

موت کا مراقبہ

اور تیسرا عمل ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر موت کا اس طرح مراقبہ کیجیے کہ میں مر گیا ہوں، نہلا کر کفن میں لپیٹا جا رہا ہوں اور جنازہ قبر میں اُتارا جا رہا ہے، قبر میں لٹا دیا گیا، اب تختے لگائے جا رہے ہیں اور لوگ مٹی ڈال رہے ہیں، کئی من مٹی ڈال کر چلے گئے اور اب اکیلا پڑا ہوں۔ جن آنکھوں سے نامحرم عورتوں کو دیکھتے تھے اب آنکھوں کا تماشا دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے؟ بہت سے کیڑے آنکھوں کو نکال کر کرکٹ کھیل رہے ہیں، یعنی آنکھوں کو لے کر بھاگ رہے ہیں، قبروں میں ہماری آنکھوں کا کرکٹ میچ ہونے والا ہے، آنکھیں قبر میں اِدھر اُدھر جا رہی ہیں، ان گالوں پر کیڑوں کا حملہ ہونے والا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ جلدی ان پر سنت کا باغ

لگا کر اللہ سے انعام لے لو، یہ گال سلامت رہنے والے نہیں ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ سردیوں میں تین دن کے بعد اور گرمیوں میں چوبیس گھنٹے کے بعد مردہ کا جسم سڑ جاتا ہے۔ قبر کھود کر دیکھ لیں تو نظر آئے گا کہ گالوں کو کیڑے لے کر بھاگ رہے ہیں، آنکھوں کی جگہ بجائے آنکھوں کے حلقوں میں کیڑے گھسے ہوئے ہیں، کوئی کیڑا آنکھ لے کر بھاگ رہا ہے، کوئی گال لے کر بھاگ رہا ہے، کوئی بال لے کر بھاگ رہا ہے، کوئی ہونٹ لے کر بھاگ رہا ہے اور یہ مراقبہ کرو کہ دوزخ سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اس نالائق کو دوزخ میں ڈال دو، کیوں کہ یہ عورتوں کو بُری نگاہ سے دیکھتا تھا، اب اس کا علاج دوزخ ہے۔ یہ مراقبہ کرلو، یہ علاج ہے گناہوں سے بچنے کا۔ دو وظیفے ہو گئے اور تیسرا مراقبہ اور چوتھا یہ ہے کہ ہمت کرلو یعنی گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرلو۔ اگر آپ ارادہ نہ کریں تو اس مسجد سے گھر جاسکتے ہیں؟ اگر آپ ارادہ نہیں کریں گے تو نہیں جاسکتے، ارادہ اور ہمت سے کام ہوتا ہے، لہٰذا آپ گناہ کو چھوڑنے کا ارادہ کریں، ہمت کریں تب گناہ چھوٹیں گے۔ یہ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت حکیم الامت کے الفاظ ہیں کہ گناہ چھوڑنے کی خود ہمت کرو کہ آج سے کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھیں گے، چاہے کتنی ہی خوبصورت ہو۔ اور بدنگاہی انتہائی بے وقوفی ہے، دیکھنے سے مل نہیں جائے گی، لہٰذا جب سامنے کوئی حسین شکل آجائے تو آنکھ جھکا کر آگے بڑھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے سودا کرلو کہ اے خدا! میں نے آپ کی دی ہوئی توفیق سے آپ کا حکم مان لیا اور آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو آنکھ کو بچائے گا اس کے دل میں ایمان کی مٹھاس، اپنی محبت کا درد عطا کریں گے، لہٰذا آپ اپنی محبت کا درد ہمارے سینے کو عطا فرمادیجیے۔ آپ کی دی ہوئی توفیق سے ہم نے عمل کرلیا، لہٰذا اے اللہ! آپ کے نبی نے حدیثِ قدسی میں حلاوتِ ایمانی عطا ہونے کی جو بشارت دی ہے اے اللہ! اس کو ہمارے حق میں قبول فرمالیجیے۔ یہ دُعا کرلیا کریں، اس لیے کہ ایمان کی مٹھاس اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہے۔

گناہ چھوڑنے کے لیے تین کام

تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ نمبر۱) گناہ چھوڑنے کی خود ہمت کرو۔ نمبر۲) اللہ تعالیٰ سے گناہوں کے چھوڑنے کی ہمت مانگو کہ اے اللہ! گناہوں کے چھوڑنے کی جو ہمت آپ نے

ودیعت فرمائی ہے، اس ہمت کو استعمال کرنے کی ہمت عطا فرمائیے۔ نمبر ۳) خاصّانِ خُدا سے ہمت کی دُعا کرائیے اور اپنے مرشد کو لکھیے کہ آپ دُعا کیجیے کہ مجھے گناہ چھوڑنے کی ہمت ہو جائے۔

نمازِ توبہ اور نمازِ حاجت کا معمول

روزانہ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ اور صلوٰۃ الحاجت پڑھیں اور اللہ سے یوں کہو کہ جب سے بالغ ہوا ہوں اس وقت سے لے کر میرے آنکھوں کے، کانوں کے، جسم کے، ظاہر کے، باطن کے تمام گناہوں کو معاف کر دیجیے اور مخلوق کے حقوق میں جو کوتاہی ہوئی ہو مثلاً کسی کی غیبت کی ہو یا کسی کو ستایا ہو اور اس سے معافی مانگنا اب ممکن نہ رہا، تو صبح و شام تینوں قل جو ہم پڑھتے ہیں اے اللہ! اس کو قبول کر کے اس کا ثواب ان لوگوں کو دے دیجیے، جن کو ہم سے کوئی تکلیف پہنچ گئی ہو اور قیامت کے دن ان لوگوں کو ہم سے خوش کر دیجیے۔ لیکن جن لوگوں کا حق یاد ہو ان کا حق ادا کریں یا ان سے معاف کرالیں اور جن کا یاد نہ ہو تو آپ کہاں تک یاد کریں گے کہ آج سے پچاس سال پہلے آپ نے کس کی غیبت کی تھی، لہٰذا یہ عمل شروع کر دو، یعنی ثواب پہنچانا شروع کر دو۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِہٖ وَقَبِلَ تَوْبَتَہٗ اَرْضٰی عَنْہُ خُصُوْمَہٗ وَ رَدَّ مَظَالِمَہٗ [۲۰] جب اللہ اپنے بندے سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، تو اس کے فریقوں کو یعنی مظلومین جن کو اس نے ستایا ہے اور کسی مجبوری سے ان کا حق ادا نہیں کر سکا، اللہ راضی کرادے گا اور اس کے مظالم کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود ادا کر دے گا۔ یہ محدثین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے جس میں سو (۱۰۰) قتل کا معاملہ تھا اور قاتل توبہ کرنا چاہتا تھا، تو اس سے کہا گیا کہ فلاں صالحین کی بستی میں جا کر توبہ کرو وہاں توبہ قبول ہو گی۔ یہ ہے صالحین کا اور اولیاء اللہ کا مقام کہ اللہ والے جس زمین پر رہتے ہیں، اس کی مٹی کو اللہ یہ عزت دے رہا ہے کہ سو قتل کے مجرم کی توبہ کے لیے شرط لگائی جا رہی ہے کہ اس بستی میں جا کر توبہ کرو جہاں اللہ والے رہتے ہیں، خدا کے خاص

---

[۲۰] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۳۹، باب الاستغفار و التوبۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، قال: وفی الحدیث ترغیب فی التوبۃ کما ذُکر (اٰنفا) ۵/۲۳۸

بندے رہتے ہیں۔ اللہ والوں کی عزت کو تم کیا سمجھو گے اور ہم کیا سمجھیں گے؟ بخاری کی روایت ہے کہ سو قتل کرنے والے کو حکم ہوا کہ نیکوں کی فلاں بستی میں جا کر توبہ کرو، لیکن وہ وہاں نہ پہنچ سکا، درمیان میں موت آگئی۔ رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین کی پیمایش کرلو، اگر اللہ والوں کی زمین قریب ہے تو جنت میں لے جاؤ ورنہ دوزخ میں لے جاؤ۔ ادھر پیمایش کا حکم دیا اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی زمین کو قریب کردیا، حالاں کہ وہ دور تھی اور گناہوں کی بستی کو دور کردیا اور اس کی بخشش ہوگئی ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

تھوڑا سا عشق تو دکھاؤ، اللہ تعالیٰ خود ہی سارا کام بنادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی مٹی میں یہ اثر رکھ دیا کہ اس کی برکت سے مغفرت ہوگئی، اس لیے خود بھی دُعا کرو اور اللہ والوں سے بھی دُعا کراؤ۔ روزانہ دو رکعات صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر کہو کہ اے خدا! جب سے بالغ ہوا ہوں میرے تمام گناہ، جو آپ کے حقوق ہیں ان کو معاف فرمادیجیے اور اگر مخلوق کے حقوق ذمہ ہوں تو وہ ادا کریں اور اہلِ حقوق سے معافی مانگ لیں اور جن کا یاد نہ ہو یا جن تک پہنچنا ممکن نہ ہو، مثلاً: ان کا پتا معلوم نہیں تو روزانہ تین قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ پڑھ کر ان کو بخش دیں۔

کفّارۂ غیبت

اور جن کے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ میں نے فلاں فلاں کی غیبت کی ہے اور ان کو میری غیبت کرنے کی اطلاع بھی ہوگئی ہے تو اس سے معافی مانگیں۔ غیبت کی معافی جب واجب ہوتی ہے جب اس کو اطلاع بھی ہوجائے جس کی غیبت کی ہے۔ اگر اس کو خبر نہیں تو اس سے معافی مانگنا واجب نہیں، آپ اس کو ثواب بخش دیں اور جس مجلس میں غیبت کی ہے اس میں تردید کردیں کہ فلاں کی جو میں نے بُرائی کی وہ میری حماقت اور نادانی تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ غیبت کی معافی مانگنا تب واجب ہے جب اس کو پتا چل جائے، جب اس کو خبر ہی نہیں پہنچی تو خواہ مخواہ کیوں اس کا دل خراب کرنے جارہے

ہو کہ صاحب آپ کے پاس معافی مانگنے آیا ہوں، معاف کرنا میں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ اس سے اچھا بھلا دل خراب ہو جاتا ہے اور نفرت ہو جاتی ہے کہ ہم تو اس کو دوست سمجھتے تھے یہ بھی مخالف نکلا، لہٰذا جس کی غیبت کی ہے جب تک اس کو اطلاع نہ ہو اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں بلکہ نہیں مانگنا چاہیے اور جو طریقہ ابھی بتایا ہے اس طرح تلافی کریں یعنی دو رکعات صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور جن لوگوں سے غیبت کی ہے ان سے تردید کریں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور کچھ ثواب بخش دیں اور کچھ خیرات کر دیں مثلاً: سو روپیہ یا سو ٹکا کسی غریب کو دے دیں اور اللہ سے کہہ دیں کہ یا اللہ! اس کا ثواب ان کو دے دیجیے جن کو ہم نے کبھی ستایا ہو یا برا بھلا کہہ دیا ہو یا ہاتھ سے مار دیا ہو، یا بچپن میں ہم نے ان کا کاغذ پرچہ چُرا لیا ہو۔ اسکولوں میں جب پڑھتے ہیں اور درمیان میں جو انٹرویل ہوتا ہے، تو جس کا قلم جس کی دوات جس کی کاپی دیکھی بغل میں دبالی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ہو سکتا ہے اس زمانے میں کوئی ایسی حرکت کرلی ہو تو اس طرح اس کو ثواب بخش دو۔ اس کے بعد دو رکعات صلوۃ الحاجت پڑھ لو۔ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو، جس وقت بندے کا ہاتھ اُٹھتا ہے تو اس وقت ساری کائنات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہوتی ہے، دُعا مانگنے والے کا ہاتھ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور ساتوں آسمان و زمین سب نیچے ہو جاتے ہیں۔ دیکھیے جس کا ہاتھ خدا کے سامنے ہے تو ساری مخلوق اس کے سامنے ہیچ ہے، ساری کائنات سارے عالم، زمین و آسمان اس کے ہاتھوں کے نیچے ہیں، دُعا مانگنے سے اتنا اونچا مقام ملتا ہے۔ یہ بات ڈاکٹر عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی کہ جب بندہ دُعا مانگتا ہے تو ساری کائنات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہو جاتی ہے اور ایک مجذوب نے تو عجیب دُعا مانگی کہ یا اللہ! میرے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جو آپ ہی کے بنائے ہوئے ہیں، تو آپ کے بنائے ہوئے ہاتھ آپ کے حضور میں اُٹھے ہوئے ہیں ان کو محروم نہ واپس لوٹائیے، میرے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے دے دیجیے۔ مجذوبوں کی دُعا بھی کیا پیاری ہوتی ہے۔ غرض سب کچھ مانگنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگ لو کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کو مانگتے ہیں کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہو جائیے، اپنی ناراضگی کو ہم سے اُٹھا لیجیے، ہمیں اپنا بنا لیجیے۔ اور اللہ سے کہو کہ نفس و شیطان یہ دو غنڈے ہم کو ستاتے ہیں، ہمیں آپ کے قُرب سے کھینچ کر

گناہوں میں مبتلا کر کے آپ سے دور کرتے ہیں، اے خدا! اگر کوئی بیٹا اپنے ابا سے درخواست کرے کہ دو غنڈے ہم کو پکڑے ہوئے ہیں، یہ ہم کو آپ کے پاس نہیں آنے دیتے، تو اگر باپ طاقتور ہے تو اپنی پوری طاقت کو خرچ کر دیتا ہے اور غنڈوں کو مار بھگاتا ہے تو اے خدا! آپ تو ہمارے ربّا ہیں آپ کی رحمت کیا ابّا کی رحمت سے کم ہے؟ ابّا کی رحمت تو آپ کی رحمت کا ایک ذرّہ ہے لہٰذا آپ اپنی رحمت سے ان دو غنڈوں سے ہم کو چھڑا کر اپنا بنا لیجیے۔ نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر ہمیں سو فیصد اپنی فرماں برداری کے لیے قبول فرمالیجیے۔ میری ان گزارشات پر عمل کر کے تو دیکھیے۔ بدنگاہی کا، عشقِ مجازی کا، غیر اللہ سے محبت کرنے کا سو برس کا ناسور بھی ہو گا تو دیکھنا کس طرح اللہ تعالیٰ مدد بھیجتے ہیں، آپ حیران ہوں گے کہ ہائے! میرا یہ پاپی دل اللہ والا کیسے بنا جا رہا ہے؟ آپ کی دُعا قبول ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نفس و شیطان سے چھڑا لیں گے بس اب دُعا کیجیے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

یا اللہ! یا ارحم الراحمین! یا ربّ العالمین! اپنی رحمتِ واسعہ کے صدقے میں اور رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ وَبِحَقِّ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ مَلِیْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ اَسْعِدْنَا فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لَّنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَبِحَقِّ الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَبِحَقِّ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَبِحَقِّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

یا اللہ! ہم کو نفس وشیطان دبوچے ہوئے ہیں۔ ہم میں سے جس کو جس گناہ کی عادت ہو، یا اللہ! ہم میں سے جس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو، جس کو بدنگاہی کی عادت ہو، کسی کے دل میں تکبر اور بڑائی ہو کسی کے دل میں عورتوں کا عشق و محبت ہو۔ یا اللہ! جس کو جو جسمانی یا روحانی بیماری ہو آپ اپنی رحمت سے اور اسمِ اعظم جتنے پڑھے یا اللہ! ان کی برکتوں سے اور ہمارے اکابر کی برکتوں سے جن کے دامن ہم نے پکڑے ہیں، ہم سب کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کو شفا عطا فرما۔ یا اللہ! نفس و شیطان کے دست وبازو سے چھڑا کر آپ اپنے دست وبازو کی طاقت میں لے کر ہماری حفاظت فرمائیے، یا اللہ! اپنی رحمت سے حفاظت کا تالا ہمارے دلوں پر لگا دیجیے۔ آپ کے تالے کو پھر کون مخلوق ہے جو کنجی لگا سکے۔ یا اللہ! آپ ہمیں اپنی حفاظت میں قبول فرمالیجیے۔ یا اللہ! آپ ہمیں اپنی حفاظت میں قبول فرمالیجیے اور ہم سب کو اپنا بنالیجیے نفس وشیطان سے چھڑا کر سو فیصد اپنا بنالیجیے۔ اولیاء اللہ کا جو آخری مقامِ صدیقین ہے اپنی رحمت سے اپنے کریم ہونے کے صدقے میں وہاں تک پہنچا دیجیے۔ دنیا میں بھی عافیت اور آخرت میں بھی ہم آپ سے عافیت مانگتے ہیں اور عفو بھی مانگتے ہیں اور معافات بھی مانگتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

عفو، عافیت اور معافات کے معنیٰ

دیکھو بھئی تین باتیں مانگی گئی ہیں: عفو، عافیت اور معافات۔ عفو کے معنیٰ ہیں اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اس پر ستّاری کا پردہ ڈال دے یعنی مَحْوُ الذُّنُوْبِ وَسَتْرُ الْعُیُوْبِ، یہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ اور عافیت کے کیا معنیٰ ہیں اَلسَّلَامَۃُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ، وَالسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَۃِ دین کو سلامت رکھیے تمام گناہوں سے اور فتنوں سے اور بدن کو سلامت رکھیے بُری بیماریوں سے۔ اور معافات کے کیا معنیٰ ہیں اَنْ یُّعَافِیَكَ اللّٰہُ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ ہم کو عافیت دے مخلوق سے اور وَاَنْ یُّعَافِیَھُمْ مِنْكَ[۲۱] اور مخلوق کو عافیت دے ہم سے۔ یہ تعریف

---

[۲۱] مرقاۃ المفاتیح: ۳۹۶/۵، باب جامع الدعاء من کتاب الدعوات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان تینوں نعمتوں سے مع شرح کے نوازے، عفو، عافیت اور معافات سے جن کو مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ الفاظِ نبوت کی جو شرح مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اللہ مع اس شرح کے ہم سب کو عطا فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

❁ ❁ ❁

جان دے دی میں نے ان کے نام پر

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

میر مت مرنا کسی گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

رشک سب کرتے ہیں اس ناکام پر
جی رہا ہوں میں تمہارے نام پر

تف ہے یارو طالبِ اکرام پر
اور کیا برسے گا اس بدنام پر

کیوں فدا ہے میر تو آرام پر
عشق ہوتا ہے فدا آلام پر

اخترؔ

دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں آرام سے رہنے کو ''فلاح'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ فلاح اسی کو نصیب ہوتی ہے جو اپنا تزکیہ کراتا ہے۔ اور تزکیہ خود سے نہیں ہوتا اس کے لیے کسی اللہ والے کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ انسان کو اپنا عیب خود نظر نہیں آتا، جیسے کسی کے چہرے پر سیاہی لگی ہو تو اس کو علم نہیں ہوتا لیکن دوسرا دیکھ کر بتاتا ہے کہ اس وقت تم میں یہ عیب، یہ خرابی ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''آرامِ دو جہاں کا طریقۂ حصول'' میں حصولِ فلاح کا طریقہ اہل اللہ کی صحبت کو بتایا ہے۔ اللہ والوں سے انسان اپنا تزکیہ اسی وقت کراتا ہے جب ان کی عظمت اور محبت اس کے دل میں ہو۔ اس وعظ میں حضرت اقدس نے اہل اللہ سے محبت کی اہمیت اور ضرورت پر مفصل بیان فرمایا ہے اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے معین اور مددگار ثابت ہوتی ہے۔

www.khanqah.org

AW055